کوئی ایک دوسرے سے کم خطرناک نہیں ہے۔

پوپ کے خطاب کا زیادہ حصّہ اُن کی جانب سے ایک مقامی پادری نے پڑھ کر سنایا۔ اس خطاب میں پوپ نے کہا کہ سابق یوگوسلاویہ کی یہ جمہوریہ اِن دنوں "کلیت پسند آئیڈیالوجی کے اثرات سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہی ہے، تاہم اِسے خصوصی طور پر ہوشیار رہنا چاہیے کہ ایک دوسری آئیڈیالوجی یعنی بے لگام سرمایہ داری جو سابق آئیڈیالوجی سے کچھ کم خطرناک نہیں، موجودہ خلا کو پُر نہ کر سکے۔" (روزنامہ "ڈان"، کراچی - ۱۹ مئی ۱۹۹۶ء)

ریاست ہائے متحدہ امریکہ: اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔

[گزشتہ رمضان/ فروری ۱۹۹۶ء میں "کرسچین سائنس مانیٹر" نے امریکی مسلمان برادری کے بارے میں ایک مضمون شائع کیا تھا جس کا ترجمہ پندرہ روزہ "خبر و نظر" نے یکم مارچ ۱۹۹۶ء کے شمارے میں پیش کیا ہے۔ ذیل میں معاصر مذکور کے شکریے کے ساتھ چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔ - مدیر]

"امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ۴۰ لاکھ ہے جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ --- امریکہ میں دیگر مذاہب کے مقابلے میں اسلام زیادہ تیزی سے پھیل رہا ہے۔ گزشتہ پانچ برسوں میں وہاں مساجد کی تعداد بڑھ کر ۱۲۰۰ سے زیادہ ہو چکی ہے۔"

"۱۹۹۰ء کے عشرے کے وسط میں اب امریکی مسلمان خود کو باہر سے درآمد شدہ نہیں سمجھتے، بلکہ وہ اسی طرح بتدریج امریکی معاشرے میں گُھل مل رہے ہیں جس طرح کیتھولکس ۱۹ویں صدی میں اور یہودی ۲۰ویں صدی میں امریکی معاشرے میں ضم ہوئے تھے اور اِن دونوں گروپوں نے متوسط طبقے میں ڈھل کر منفرد امریکی تشخص حاصل کیا تھا۔ امریکی مسلمانوں کو بخوبی احساس ہے کہ اُنہیں یہیں رہنا سہنا ہے، اس لیے وہ رفتہ رفتہ امریکی سیاست اور ثقافت میں اپنی جگہ بنا رہے ہیں اور اپنے بارے میں پائے جانے والے اِس مضحکہ خیز تاثر کو زائل کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں کہ مسلمان جھگڑالو اور مغرب مخالف انتہا پسند ہیں۔"

"جارج ٹاؤن یونیورسٹی میں مسلم - مسیحی مفاہمت مرکز کے ڈائریکٹر جناب جان ایسپوسیٹو (John Esposito) کا کہنا ہے کہ امریکہ میں مسلمان وہی کچھ کر رہے ہیں جو دوسرے گروپوں نے کیا ہے۔ وہ بھی امریکی معاشرے میں ضم ہونے کی کوشش کر رہے ہیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنا تشخص بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔"

"امریکہ میں مسلمان خود کو مختلف طریقوں سے امریکی معاشرت میں ڈھال رہے ہیں۔۔۔۔ اس کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت فطرتاً خاصی قدامت پسند اور محتاط طبع ہے۔ امریکہ میں مسلمان متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں اسٹورز کے مالک، کلرک، ڈاکٹر، پلمبر، دانتوں کے ڈاکٹر اور دیگر ٹیکس گزار کارکن شامل ہیں۔ بہت سوں کا خیال ہے کہ امریکہ میں مسلمانوں کا روایتی رہن سہن اپنانے والے افراد اور خاندانوں کو دباؤ کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ بیشتر امریکی مسلمان محض موروثی طور پر مسلمان ہیں، اگرچہ حالیہ برسوں میں دین کا شعور بہت بڑھا ہے، لیکن قرانی احکامات پر حرف بحرف پوری طرح عمل کرنے والوں کی تعداد صرف دس سے بیس فی صد تک ہے۔ مسابقتی معیشت، ہم پلہ گروپوں کا دباؤ اور سیکولر معاشرے میں باہمی شادیاں، ایسے عوامل ہیں جو روایتی عادات و اطوار اور نظریات کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔"

"ایک برادری اور ملت کے اعتبار سے امریکی مسلمانوں کا خاکہ انتہائی متنوع اور غیر مرکزیت پر مبنی ہے جس کی وجہ سے انہوں نے تاحال کوئی واضح شکل اختیار نہیں کی ہے۔ امریکہ میں مسلمان دُنیا کے تقریباً تمام ممالک خصوصاً مشرقِ وسطیٰ، ایران، پاکستان، بھارت اور ملائشیا سمیت "سبز پٹی" کے ملکوں سے ترکِ وطن کر کے آئے ہیں۔

امریکی مسلمانوں میں ایک تہائی سے زیادہ تعداد افریقہ نژاد مسلمانوں کی ہے۔ تقریباً ۹۰ سال قبل سب سے پہلے لبنان کے کچھ مسلمان امریکہ پہنچے اور سیڈار ریپیڈز (Cedar Rapids) آئیوا میں آباد ہوئے۔ اس کے بعد گزشتہ دس برسوں میں زیادہ تعداد میں مسلمان امریکہ پہنچے ہیں۔ ان میں سے بعض طلبہ کی حیثیت سے، کچھ تلاشِ معاش کی خاطر اور کچھ سیاسی پناہ گزینوں کے روپ میں امریکہ آئے۔ کچھ امریکی جیل خانوں میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ڈیٹرائٹ میں آباد ڈیڑھ لاکھ یمنی النسل مسلمان، اُن یمنی ملاحوں کی آل اولاد ہیں جو ۱۹۴۰ء کے عشرے میں بحری جہازوں میں سینٹ لارنس کی آبی گزرگاہ کے راستے امریکہ پہنچے تھے۔

امریکہ میں بیشتر مسلمان اگرچہ سنی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ایرانی شیعہ گروپ اور سیاہ فام مسلمانوں کی ۱۴ نسلوں کے علاوہ صوفیاء کرام کے معتقدین اور دیگر کئی نسلوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان بھی موجود ہیں۔"

"اسلام نظریاتی لحاظ سے مکمل مساوات کا دین ہے۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اللہ کی نظر میں وہ دوسروں سے افضل ہے۔ دین کا یہ اصول جہاں نئے ملک میں بطور خاص کشش کا باعث ہے، وہیں اِس کے پیروکاروں میں اِس بات پر بہت اختلافِ رائے بھی رہتا ہے کہ کیا اسلامی ہے اور کیا غیر اسلامی؟

اِسی طرح کافی تعداد میں ہونے کے باوجود امریکی مسلمانوں کے مابین نہ تو زیادہ رابطہ ہے اور نہ

ہی سیاسی مرکزیت ہے۔ نیویارک، شکاگو، ڈیٹرائٹ اور لاس اینجلس جیسے شہروں میں مسلمان بڑی تعداد میں آباد ہیں، لیکن ایک دین کی پیروی کے دعوے کے باوجود مختلف گروپوں نے نسلی بنیاد پر الگ الگ مساجد بنا رکھی ہیں۔

عرب اپنے آپ کو پاکستانی یا بھارتی مسلمانوں سے مختلف سمجھتے ہیں اور البانیہ کے مسلمان، لبنانی مسلمانوں سے الگ تشخص رکھتے ہیں، تاہم مساجد میں قائم امداد باہمی کے اداروں کے ذریعے جو کاروباری امداد مہیا کرتے ہیں، باہمی ربط ضبط اور یک جہتی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بیرونِ ملک سے آنے والے مسلمانوں اور سیاہ فام مسلمانوں کے درمیان رابطے ابھی بہت کم ہیں، لیکن یہ صورت حال بتدریج تبدیل ہو رہی ہے۔"

"امریکی مسلمانوں کے درمیان یک جہتی کا احساس بڑھ رہا ہے جس کی ایک وجہ خلیج کی جنگ، ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکہ اور اوکلاہاما شہر کے بم دھماکے کے نتیجے میں [مقامی آبادی میں] پیدا ہونے والی دشمنی اور عناد ہے۔"

"باہر سے امریکہ آنے والے بیشتر مسلمان رنگ دار نسل سے رکھتے ہیں (صرف دو فیصد سفید فام ہیں)۔ بہت سے مسلمان اپنی روزمرہ زندگی میں تعصب اور طرف داری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور امریکہ میں اپنے نئے کردار کے بارے میں متضاد احساسات کا شکار رہتے ہیں۔ ان کے ذہنوں یں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ دُنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمانوں پر ظلم و تشدّد اور مظالم ڈھائے جاتے ہیں، ان میں امریکہ کی اشیرباد شامل ہوتی ہے۔ نمازِ جمعہ کے اجتماعات میں بوسنیا اور چیچنیا میں مسلمانوں کا قتلِ عام اور کشمیر کا بحران امریکی مسلمانوں کے پسندیدہ موضوع ہیں۔

مسلمانوں کو نہ صرف یہ شکایت ہے کہ غیروں نے دینِ اسلام کے بارے میں خود ساختہ اور غلط تصوّرات قائم کر رکھے ہیں اور اسے شر انگیز اور خونخوار مذہب قرار دیتے ہیں، بلکہ اُنھیں یہ شکایت بھی ہے کہ ذرائع ابلاغ اسلام کے خلاف مسلسل گھسے پٹے بے سروپا راگ الاپتے رہتے ہیں اور واشنگٹن نے بھی اسلام کو ہدف بنا رکھا ہے۔ امریکی کانگرس میں زیرِ غور انسدادِ دہشت گردی کے بِل میں تارکینِ وطن پر خصوصی توجہ مرکوز کی گئی ہے، مسلمانوں کے نزدیک اِس بِل کا مقصد بھی مسلمانوں کو نشانہ بنانا ہے۔"

"آنے والے عشرے میں امریکہ میں جن عوامل سے مسلمانوں کے تشخص کا تعیّن ہوگا، ان میں اِس ملک میں پروان چڑھنے والی مسلمانوں کی آئندہ نسل، مسلمانوں میں باہم گفت و شنید کا معیار، مسلمان برادری میں اسلام کی نئی تعبیر و تشریح کے مواقع، روحانی جنم، اداروں کی تشکیل اور سیاہ فام مسلمانوں کے کردار کو بنیادی حیثیت حاصل ہوگی۔"

"۱۹۹۰ء کے بعد سے امریکہ میں مساجد کی تعداد دوگنی سے زیادہ یعنی ۶۰۰ سے بڑھ کر ۱۲۵۰ ہو

گئی ہے۔۔۔۔ مساجد کی تعداد میں اضافے کی ایک وجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے گھروں کے نزدیک مسجد تعمیر کرتے ہیں، لیکن اِس بات کا اطلاق تمام مساجد پر نہیں ہوتا۔ اس کی بڑی وجہ مسلمانوں کا اپنے دین کی طرف پلٹنا ہے۔۔۔۔ بڑے شہروں میں اب مزید اسلامی سکول قائم کیے جا رہے ہیں۔۔۔۔"

"مسلمانوں کے بعض گروپ اب اپنی مساجد میں امریکی امام چاہتے ہیں۔ فی الوقت مسجدوں میں امامت کے فرائض ایسے افراد انجام دے رہے ہیں جو دوسرے ممالک سے امریکہ آئے ہیں۔ گزشتہ موسمِ خزاں میں اسٹرلنگ ورجینیا میں امریکہ کا پہلا دارالعلوم قائم ہوا جہاں سے علماء سند حاصل کریں گے۔"

متفرّق

کیتھولک قبائلی رہنما انڈیا کے "ایوانِ زیریں" کے سپیکر چن لیے گئے۔

اپریل - مئی ۱۹۹۶ء کے انتخابات میں انڈیا کی سابق حکمران جماعت کو زک اٹھانا پڑی، مگر ۲۲ مئی کو اس کے ایک رکن جناب پرنو اے جی ٹوک سنگما کو بلامقابلہ "ایوانِ زیریں" یعنی "لوک سبھا" کا سپیکر منتخب کرلیا گیا۔ جناب سنگما مشرقی ہندوستان کی ریاست میگھیالہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کانگرس کے پلیٹ فارم سے ملکی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں۔ کانگرس کی سابق وفاقی حکومت میں اُنہوں نے پہلے وزیر محنت اور بعد ازاں وزیر اطلاعات و نشریات کی حیثیت سے کام کیا تھا۔

واضح رہے کہ میگھیالہ کے علاقہ گیروہلز (Garo Hills) میں اطالوی مشنری کام کر رہے ہیں اور جنابِ سنگما اور اُن کے قبیلے کی تعلیمی اور اقتصادی ترقی میں اُن کا بنیادی کردار ہے۔ جب جناب سنگما گیارہ سال کے تھے تو اُن کے والد کا انتقال ہوگیا تھا اور وہ اس پوزیشن میں نہ تھے کہ تعلیم جاری رکھ سکتے، مگر سالسی سلسلے (Salesian order) کے اطالوی مشنری نے مدد کی اور وہ اپنی تعلیم مکمل کر سکے۔

جناب سنگما نے عملی زندگی کا آغاز آسام کے ڈان باسکو سکول میں بطور استاد کیا تھا۔ بعد میں اُنہوں نے قانون کا مطالعہ کیا اور میگھیالہ سے ایک اخبار شائع کرتے رہے تھے۔